جہات

صدر امریکہ کا دورہ جنوبی ایشیا۔ توقعات و نتائج

کوئی سات آٹھ ماہ سے عالمی ذرائع ابلاغ میں یہ خبر گشت کر رہی تھی اور بڑی شدومد سے تشہیر کی جارہی تھی کہ دنیا کی واحد سپر طاقت امریکہ کے صدر بل کلنٹن مارچ ۲۰۰۰ء میں برصغیر جنوبی ایشیا کا دورہ کریں گے۔ برصغیر میں ظاہر ہے تین ممالک بھارت، بنگلہ دیش اور پاکستان داخل ہیں۔

ساری دنیا کی نظریں اس دورے پر لگی ہوئی تھیں اور توقع کی جارہی تھی کہ برصغیر میں بدامنی کی بنیادی وجہ، بھارت و پاکستان میں اصل وجہ نزاع، تصفیہ طلب اور انسانی حقوق کے ناطے بین الاقوامی برادری خصوصاً بڑی طاقتوں کی فوری توجہ کے متقاضی مسئلے "مسئلہ کشمیر" جو کسی بھی وقت پاک و بھارت میں مزید تصادم اور ایٹمی جنگ کا باعث بن سکتا ہے، کے حل میں کلنٹن اپنا ذاتی و حکومتی اثرورسوخ استعمال کرتے ہوئے ضرور کوئی تاریخی یادگار اور انسانی و اخلاقی بھلائی کا کردار ادا کریں گے اور موصوف نے گزشتہ سال "معاہدہ واشنگٹن" میں اس کا وعدہ بھی کیا تھا مگر

اے بسا آرزو کہ خاک شدہ

جب موصوف کے دورے کی تاریخوں (۲۰ تا ۲۵ مارچ) اور تفصیلی پروگرام کا اعلان ہوا تو اس میں پاکستان جو امریکہ کا اتحادی ملک ہے، کا دورہ شامل ہی نہیں تھا۔ اس سراسر اصولی و اخلاقی ناانصافی اور عدم التفاتی کا جواز یہ پیش کیا گیا کہ چونکہ پاکستان میں اس وقت "منزل من اللہ" جمہوری حکومت کی جگہ ایک فوجی حکومت کام کر رہی ہے۔ اس لئے ایک غیر جمہوری سربراہ حکومت سے جمہوریت کے دعویدار و چیمپیئن ملک کے "عزت مآب" سربراہ کا ہاتھ ملانا ایک تو اس کی توہین کے مترادف ہے دوسرے اس سے ایک غیر جمہوری حکومت کی تائید و توثیق کا خدشہ ہے جو ان کے نزدیک "جرم" کا درجہ رکھتی ہے۔

یہ الگ بحث ہے کہ امریکہ اپنے اس رویے میں کتنا سچا اور کتنا مخلص ہے۔ اہل علم و دانش جانتے ہیں کہ امریکہ کو پاکستان یا کسی بھی ملک میں بحالی جمہوریت سے کوئی غرض اور

سروکار نہیں، آخر سعودی عرب، کویت، متحدہ عرب امارات وغیرہ میں کونسی جمہوریت ہے؟ جو اس وقت امریکہ کے اتحادی اور اس کی خصوصی عنایات، نوازشات اور توجہ کا مرکز بنے ہوئے ہیں۔ دراصل امریکہ کو بنیادی طور پر اپنے ذاتی مفادات سے دلچسپی ہے۔ کمیونزم اور اس کی شکست وریخت کے بعد اسلام اور عالم اسلام خصوصاً پاکستان اس کا ہدف ہے۔ جو نیوکلیر پاور ہونے کے ناطے نہ صرف اپنا دفاع بلکہ عالم اسلام کے دفاع کی ضمانت بھی فراہم کرسکتی ہے۔ پاکستان کے ایٹمی طاقت بن جانے سے امریکہ اور اس کے حواری ممالک کی نیندیں اڑچکی ہیں۔ اس لئے پاکستان کو گھیر کر ایسے مقام پر لاکھڑا کرنے کی کوشش کی جارہی ہے جہاں اسے "سرکس کا شیر" بنادیا جائے۔

کلنٹن کے دورہ جنوبی ایشیاء میں پاکستان کو محض فوجی اور غیر جمہوری حکومت کے باعث شروع میں داخل نہ کرنا دراصل ایک سیاسی حربہ اور نفسیاتی دباؤ تھا ورنہ صدر امریکہ کو اپنے مفادات کے خاطر اور بوجوہ پاکستان کا دورہ کرنا ہی تھا۔ مقام شکر ہے کہ ہماری فوجی حکومت اور اس کے سربراہ جنرل پرویز مشرف نے اس چال کو بھانپ لیا اور اس نے اپنے اعصاب پر قابو پاتے ہوئے کوئی ایسا اقدام نہ کیا جو قومی وملی غیرت کے خلاف ہوتا۔ تاہم جب تک کلنٹن کے دورہ پاکستان کا باقاعدہ اعلان نہیں ہوا اس دوران امریکی ایجنٹوں کے علاوہ بعض حکومتی کارندوں اور ذمہ داران کی تڑپ، دورہ کیلئے منت سماجت کا انداز، تگ ودو اور حکومت کا کارنامہ شو کرنے کی غرض سے دورہ پاکستان ہر قیمت پر یقینی بنانے کیلئے مختلف حربے استعمال کرنا کوئی لائق ستائش اور قومی حمیت کے مطابق عمل نہ تھا۔

المختصر صدر کلنٹن پروگرام کے مطابق بڑے کروفر اور شاہانہ انداز میں جنوبی ایشیا کے دورے پر پہنچے۔ بنگلہ دیش گئے، پورے پانچ دن بھارت میں گزارے، وزیراعظم انڈیا واجپائی سے مذاکرات کئے، بھارت کی پارلیمنٹ سے خطاب کیا، سیر سپاٹا کیا، کئی معاہدوں پر دستخط ہوئے، سرمایہ کاری کے وعدے ہوئے، C.T.B.T پر دستخط کا مطالبہ تسلیم نہ کیے جانے کے باوجود بعض پابندیاں اٹھانے کے وعدے ہوئے مگر پاکستان اور بھارت کو مذاکرات اور مسئلہ کشمیر کے پرامن حل کی طرف زبانی توجہ دلانے جو وہ اس سے قبل بھی متعدد بار دلاچکے ہیں، کے علاوہ کوئی مؤثر قدم نہ اٹھایا۔ انہیں نہتے، مظلوم، بے یارومددگار کشمیریوں پر انڈیا کے وحشیانہ مظالم، باون سال سے غاصبانہ قبضہ، کشمیری خواتین کی عزت وآبرو کی بے روک ٹوک بے حرمتی، کھلے عام ظلم وستم، درندگی اور قتل وغارت، عام انسانی حقوق کی پامالی،

آزادی کے طالب ستر ہزار کشمیریوں کا خون اور کشمیری عوام کو حق خودارادیت دینے کی اقوام متحدہ کی قراردادوں کی بڑی ڈھٹائی سے دھجیاں اڑانا نظر نہ آیا۔ حتی کہ انہیں ان مظالم کی خالی مذمت تک کرنے کی توفیق بھی نہ ہوئی۔ بلکہ یہ کہہ کر اپنی نام نہاد غیر جانبداری ظاہر کی کہ وہ مسئلہ کشمیر میں ثالثی کرنے کیلئے نہیں آئے۔ ورنہ کوئی وجہ نہیں تھی کہ اس مسئلے کے حل کی طرف کوئی مثبت پیش رفت نہ ہوتی۔

بہت شور سنتے تھے پہلو میں دل کا
جو چیرا تو اک قطرۂ خوں نکلا

جنوبی ایشیا کے دورہ سے واپسی پر ۲۵ مارچ ۲۰۰۰ء کو صدر کلنٹن نے "گو ٹگلوؤں سے مٹی جھاڑنے" کیلئے پانچ چھ گھنٹے دارالحکومت اسلام آباد میں "قدم رنجہ" فرمایا۔ پاکستان نے "اکرموا کریم قوم" کے ارشاد نبوی ﷺ کے مطابق اور حسب روایت معزز مہمان کا شاندار استقبال و خیر مقدم کیا۔ شایان شان مہمان نوازی کا حق ادا کیا۔ انہیں براہ راست پاکستانی قوم سے خطاب کا موقع بھی فراہم کیا۔ البتہ امریکہ کے بعض ذمہ داروں کی طرف سے دھمکیوں کے باوجود ان کے "چوہدریانہ مطالبات" مثلاً CTBT کے معاہدے پر دستخط، مسئلہ کشمیر پر دیرینہ موقف سے ہٹنے، جہادی تنظیموں پر پابندی، مجاہد اسلام اسامہ بن لادن کی گرفتاری میں تعاون وغیرہ کو ماننے سے قومی امنگوں کے مطابق بلاخوف وخطر جرات مندانہ دلیرانہ دوٹوک بے باکانہ غیرت مندانہ اور مؤدبانہ معذوری ظاہر کر دی۔

۱۲۔ اکتوبر ۹۹ء کے فوجی انقلاب میں کلنٹن کے دورہ کے حوالے سے شاید کوئی تکوینی مصلحت تھی ورنہ جمہوری حکومتوں کے سابقہ خوشامدانہ طرز عمل کی بنیاد پر ان سے یہ بات بعید نہ تھی کہ وہ قومی مفادات اور ملی غیرت کے برعکس امریکہ بہادر کی خوشنودی، ذاتی، وقتی مالی اور سیاسی مفادات کے حصول کی خاطر ان "چوہدریانہ مطالبات" کو تسلیم کرنے کا "تاریخی کارنامہ" سرانجام دے دیتی۔

جہاں تک مسئلہ کشمیر کے مستقل اور پرامن حل کا تعلق ہے اس سلسلے میں کلنٹن پہلے ہی بوجوہ معذرت کر چکے تھے۔ یہاں بھی انہوں نے اس مسئلہ کے حل کیلئے فقط پاک انڈیا مذاکرات پر زور دیا۔ اور خون سے سرحدوں کی لکیریں نہ کھینچنے کا درس دیا۔ دوسری طرف وہائٹ ہاؤس کے ترجمان اور ان کے ایک مشیر سینڈی برجر نے یہ دھمکی آمیز بیان بھی دیا کہ " پاکستان کشمیر کو بھول جائے، دیوالیہ ہوسکتا ہے۔ ہم نہیں چاہتے کہ وہ ایک

ناکام ریاست ہے۔ پاکستان کو بھارت کے ساتھ جھگڑے میں اپنی توانائی ضائع نہیں کرنی چاہیے۔وغیرہ وغیرہ"(روزنامہ جنگ، نوائے وقت مورخہ ۲۵ مارچ ۲۰۰۰ء)

علاوہ ازیں صدر کلنٹن نے پاکستان کو کیا دینا تھا اور نہ وہ کچھ دینے کیلئے تشریف لائے تھے۔ وہ خالی ہاتھ آئے اور خالی ہاتھ چلے گئے البتہ قومی مفادات، ملکی سلامتی اور اخلاقی وایمانی تقاضوں کو پس پشت ڈالتے ہوئے ان کے مطالبات خصوصاً CTBT کے معاہدہ پر جو دارصل اپنی موت کے پروانہ پر دستخط کے مترادف اور ایسا "کمبل" ہے جسے بعد میں چھوڑنا بھی چاہیں گے تو وہ ہمیں نہیں چھوڑے گا، پر دستخط کردیتے تو پھر شاید کوئی مالی امداد یا قرضے کا چھمہ دے جاتے۔

اب جب کہ کلنٹن کی جنوبی ایشیاءسے واپسی کے بعد یہ بات کھل کر سامنے آگئی ہے کہ امریکہ کا جھکاؤ واضح طور پر بھارت کی طرف ہے۔ اور اس نے اقتصادی وتجارتی ضرورتوں کے علاوہ اپنی علاقائی حکمت عملی اور دیرینہ خواہش کے تحت بھارت کو اپنے قریب کرلیا ہے اور وہ مسئلہ کشمیر کا کوئی ایسا حل نہیں چاہتا جس سے بھارت ناراض ہو، جو کشمیری عوام کی خواہشات سے مطابقت رکھتا ہو اور "دہشت گردی" کے حوالے سے بھی اس نے انڈیا کے یک طرفہ پروپیگنڈے، واویلا اور بے بنیاد الزام کو کافی حد تک قبول کرلیا ہے۔ دوسرے وہ پاکستان کو اکیلے رہ جانے کی دھمکی بھی دے چکا ہے۔ تیسرے سپرپاور کا سربراہ موجودہ پاکستانی حکومت سے کوئی خوش ہوکر نہیں گیا تو اب اس کے مضمرات اور متوقع خطرات سے نپٹنے کیلئے پاکستان کو اپنی داخلہ، خارجہ خصوصی مالی پالیسیوں پر نظرثانی اور نئی صورت حال کے تناظر میں ان کی تشکیل کرنا ہوگی۔

حکومت پاکستان کو اس وقت جو سب سے بڑا مسئلہ درپیش ہے وہ اقتصادی ومعاشی صورت حال کا ابتر ہونا ہے اور امریکہ سب سے زیادہ اسی سے ہمیں "ایکسپلائٹ" کرنے کی کوشش کرے گا جیسا کہ وہ پہلے بھی ہماری اس کمزوری سے فائدہ اٹھاتا رہا ہے۔ لہذا اب عیش وعشرت، فضول خرچی، اللوں تللوں، اور نمود ونمائش کے چکر کو خیرباد کہہ کر ہمیں سادگی، اپنی چادر کے مطابق پاؤں پھیلانے، دوسروں کی "چوپڑی" ہوئی کی طرف حریصانہ نظروں سے دیکھنے کی بجائے اپنی ہی روکھی سوکھی روٹی کھانے، محض عیاشی کیلئے دوسروں کے سامنے دست سوال پھیلانے اور کاسہ گدائی لے کر پھرنے کی بجائے اپنے وسائل کے مطابق زندگی گزارنے کی عادت ڈالنی چاہیے۔ من حیث القوم ہماری کمزوری کا ایک بڑا سبب اغیار کی

احتیاجی بھی ہے کیونکہ

آنچہ شیراں را کند روباہ مزاج

احتیاج است احتیاج است احتیاج

اب یہ عام تاثر ختم ہوجانا چاہیے کہ یہاں کسی کو حکمرانی کے منصب پر عوام نہیں بلکہ امریکہ فائز کرتا ہے۔ یہاں حکومتوں کی تبدیلی امریکی اشارے پر ہوتی ہے۔ یہاں کے پالیسی سازادارے امریکی ڈکٹیشن کے مطابق پالیسیاں بناتے ہیں اور یہ کہ پاکستانی قوم امریکہ کے بغیر زندہ نہیں رہ سکتی۔ لہذا اب ہمیں اس "سجدے" سے توبہ بلکہ " توبۃ النصوح" کرلینی چاہیے۔

یہ ایک سجدہ جسے تو گراں سمجھتا ہے

ہزار سجدے سے دیتا ہے آدمی کو نجات

آخر عراق ایران اور افغانستان جیسا ظاہری وسائل سے خالی اور غریب مگر غیور ملک بھی تو صفحہ ہستی پر کسی قسم کی امریکی امداد کے بغیر زندہ وسلامت موجود ہے۔ امریکہ کی بار بار دھمکیوں اور میزائل پھینکنے اور ساری مغربی طاقتوں کی ناراضگی مول لینے کے باوجود اس نے "اسامہ بن لادن" کو انکے سپرد کرنے کا مطالبہ نہیں مانا مگر امریکہ اس کا کچھ نہیں بگاڑسکا۔ دوسرے امریکہ نے پاکستان کے مشکل حالات میں اس کے ساتھ اب تک کونسی دوستی نبھائی ہے؟۔ لہذا ہمیں بھی امریکہ کی یک طرفہ دوستی سے ہاتھ کھینچ کر دوسرے بااعتماد اور اسلامی ممالک کی طرف بڑھانا چاہیے کیونکہ بزرگوں نے کہا ہے ؎

دنیا تے جو کم نہ آوے اوکھے سوکھے ویلے

اس بےفیضے سنگی نالوں بہتر یار اکیلے

مدیر مسئول